ابن طقطقی
مترجم: محمد جعفر پھلواروی

برمکی اقتدار کا آغاز و انجام

برامکہ قدیم سے مجوسی دین رکھتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ اسلام لائے اور اسلام پر عمدگی سے قائم رہے۔ خلیفہ منصور کے عہد میں برمکیوں کے جد خالد برمک وزیر بنائے گئے تھے۔ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمک کو وزیر بنایا اور اس طرح برمکی خاندان کا عروج و اقتدار شروع ہوا۔

برمکی حکومت زمانے کی پیشانی کا چمکتا ہوا تارہ اور دہر کے سر پر دمکتا ہوا تاج تھی۔ اس کی جود و سخا ضرب المثل بن گئی تھی۔ لوگ دور دراز سے اپنی آرزوئیں لے کر سفر طے کر کے اس کے پاس آتے تھے۔ دنیا اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اس کے پاس بھیجتی تھی اور اپنی بہترین سعادتوں سے اس نے دنیا کو بھرپور کر دیا تھا۔ یحییٰ اور اس کی اولاد چمکتے ستارے، لبریز سمندر، رواں سیلاب اور برستے ہوئے ابر تھے۔ علم و ہنر کے بازار ان کے عہد میں گرم تھے اور قابل احترام شخصیتوں کی پوری پوری عزت افزائی ہوتی تھی۔ دنیا آباد تھی اور مملکت کی رونق شباب پر تھی۔ وہ فریادیوں کا ملجا اور گرتوں کا سہارا تھے۔ ابو نواس انہی کے بارے میں کہتا ہے:

سلام علی الدنیا اذا ما فقد تم　　بنی برمك من رائحین وغاد　(بحر طویل)

صبح و شام آنے والوں سے تم بنی برمک کو خالی نہ پاؤ گے۔ دنیا پر یہ سلامتی قائم رہے۔

یحییٰ بن خالد کی وزارت

ہارون الرشید تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے یحییٰ بن خالد برمک کو وزیر مقرر کیا۔ یہ یحییٰ خلافت سے پہلے بھی رشید کا سیکریٹری، نائب اور وزیر تھا۔ یحییٰ نے حکومت کی ذمے داریوں کا بوجھ پوری طرح سنبھال لیا تھا۔ اس نے سرحدوں کو مضبوط کر دیا اور جہاں جہاں اس میں کمزوری تھی اسے دور کر دیا۔

ٹیکس وصول کرنے کا مکمل انتظام کیا۔ علاقوں کو آباد کیا، اور مملکت کی رونق کو دوبالا کر دیا اور امور مملکت کی طرف اپنی پوری توجہ صرف کر دی۔ یہ بلیغ نگار تھا، صاحب عقل اور ادیب تھا۔ دوٹوک بات کرنے والا صحیح الرائے تھا۔ بڑا مدبر تھا۔ جو معاملات اس کے سپرد ہوتے انھیں ضبط و نظم کے ساتھ انجام دیتا معاملات کی نگرانی میں بڑا سخت تھا۔ یحیی ایسا تھا کہ سخاوت اور داد و دہش میں ہو اسے بازی لے جاتا۔ ہر شخص اس کے حق میں رطب اللسان تھا۔ بردبار، عفت مآب، باوقار اور پُر رعب و جلال تھا۔ ایک شاعر کہتا ہے:

لا ترانی مصافحا کف یحیی انني ان فعلت ضیعت مالی

لو یمس البخیل راحة یحیی لسخت نفسه ببذل النوال

مجھے تم یحییٰ سے ہاتھ ملاتے نہ دیکھو گے۔ اگر میں ایسا کروں تو اپنے مال کو ضائع کر بیٹھوں گا اگر بخیل یحییٰ سے صرف ہاتھ ملائے تو اس کا دل مال لٹانے کے لیے سخی بن جائے گا۔

یحییٰ کی اعلیٰ اصابت رائے کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے جو اس نے ہادی سے کہی تھی جب ہادی نے اپنے بھائی ہارون کو خلافت کی ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے فرزند جعفر بن ہادی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو یحییٰ اس وقت ہارون رشید کا سیکریٹری تھا۔ اسے امید تھی کہ ہادی کے بعد (حسب وصیت مہدی) ہارون ہی خلیفہ ہوگا اور وہ (یحییٰ) اس کا وزیر بنے گا۔ یحییٰ فوراً ہادی سے تنہائی میں ملا۔ پہلے اسے بیس ہزار دینار کا نذرانہ پیش کیا اور ہارون کی معزولی اور جعفر بن ہادی کی ولیعہدی کے بارے میں گفتگو کی اور کہا کہ: امیر المومنین! اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ لوگوں کو قسم توڑنے اور عہد شکنی کرنے کا موقع بہم پہنچائیں گے اور عوام بھی یہی کرنے لگیں گے۔ اگر آپ ہارون کو علی حالہ ولی عہد رہنے دیں اور پھر اپنے فرزند جعفر کو ہارون کے بعد ولی عہد بنائیں اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لیں تو جعفر کی بیعت اور پختہ ہو جائے گی"۔ ہادی نے ایک عرصے تک کے لیے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ مگر پھر بیٹے کی محبت غالب آگئی تو اس نے یحییٰ کو بلوایا اور اس بارے میں گفتگو کی۔ یحییٰ نے کہا: امیر المومنین! اگر آپ اپنے بھائی ہارون کو ولیعہدی سے معزول کر دیں اور آپ پر خدانخواستہ ایسے وقت موت آجائے کہ آپ کا فرزند جعفر کم سن ہو تو فرمایئے کیا اس کی خلافت صحیح ہوگی؟ اور بنی ہاشم کے سن رسیدہ لوگ اس پر راضی ہو جائیں گے اور خلافت کو اس بچے کے

سپرد رہنے دیں گے؟ ہادی نے کہا: نہیں" یحییٰ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو اس معاملے کو چھوڑ دیجیے تاکہ جعفر کو قدرتی طور پر خلافت مل جائے۔ اگر مہدی نے ہارون کی ولیعہدی کی بیعت نہ بھی لی ہوتی تو آپ کو ہارون ہی کے لیے بیعت لینی چاہیے تھی تاکہ خلافت بنی عباس سے باہر نہ جائے۔" ہادی نے یحییٰ کی رائے مان لی اور اس کے بعد ہارون یحییٰ ابن خالد کی اس کارگزاری کو اپنی سب سے بڑی مدد تصور کرتا رہا۔

یحییٰ کا جود و سخا

بیان کیا جاتا ہے کہ جب رشید نے برمکیوں کو رسوا کر کے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تو اعلان کر دیا کہ کوئی شاعر ان کا مرثیہ نہ لکھے ورنہ اسے سزا دی جائے گی۔ ایک بار ایک پولیس مین کسی ویرانے سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے اور اس کاغذ پر ایک شعر لکھا ہے جس میں برامکہ کا مرثیہ ہے۔ وہ شخص یہ شعر پڑھتا ہے اور روتا جاتا ہے۔ پولیس نے اسے گرفتار کر کے رشید کے سامنے پیش کیا اور واقعہ بیان کیا۔ رشید نے اسے بلا کر اصلیت دریافت کی تو اس نے اقرارِ جرم کر لیا۔ رشید نے کہا: تمہیں یہ علم نہ تھا کہ میں نے برمکیوں کا مرثیہ لکھنے کی ممانعت کر دی ہے؟ اب تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تم بھی یاد کرو گے۔" اس نے کہا: امیرالمومنین! اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک ایک واقعہ عرض کر دوں۔ اس کے بعد آپ جو مناسب سمجھیں وہ کر گزریں۔" رشید نے کہا: بیان کرو۔" اس نے کہا: میں یحییٰ بن خالد کا بہت معمولی منشی تھا اور میرا حال سب سے زیادہ پتلا تھا۔ یحییٰ نے ایک بار مجھ سے کہا کہ: میری خواہش ہے کہ تم کسی دن میری دعوت کرو۔" میں نے کہا: آقائے من! میں بالکل اس لائق نہیں اور میرا مکان بھی اس قابل نہیں۔" اس نے کہا کہ دعوت تو ضرور ہی کرنی پڑے گی۔" میں نے کہا: اگر یہ ضروری ہے تو مجھے اتنی مہلت دیجیے کہ میں کچھ اپنی حالت ٹھیک کر لوں اور اپنے مکان کو کسی قابل کر لوں۔" اس نے پوچھا کہ کتنی مہلت دوں؟" میں نے کہا: ایک سال۔" اس نے کہا: یہ تو بہت ہے۔" میں نے کہا: اچھا چند مہینے سہی۔" اس نے کہا: اچھی بات ہے۔" غرض میں گیا اور گھر کی درستی اور سامانِ دعوت کی تیاریوں میں لگ گیا۔ مکمل تیاری کے بعد میں نے وزیر (یحییٰ بن خالد) کو اطلاع دی۔ اس نے کہا: میں کل تمہارے ہاں آؤں گا۔" میں نے کھانے پینے اور

دیگر چیزوں کی تیاری کرلی۔ وزیر دوسرے دن آگیا۔ اس کے ساتھ اس کے دونوں فرزند جعفر اور فضل بھی تھے اور کچھ ممتاز لوگ بھی۔ وہ سواری سے اترا اور اس کے دونوں فرزند (جعفر و فضل بھی) اترے۔ یحییٰ نے مجھے نام لے کر پکارا اور کہا کہ ارے میاں میں بھوکا ہوں۔ جلدی کوئی کھانے کی چیز لاؤ۔" اس کے فرزند فضل نے کہا کہ: وزیر بھنے ہوئے چوزے پسند کرتے ہیں لہٰذا جتنا ہو سکے جلدی سے لے آؤ۔" میں اندر گیا اور تھوڑے سے بھنے چوزے لے آیا۔ وزیر نے اور اس کے ساتھیوں نے کھایا۔ پھر گھر کے اندر ٹہلنے لگا اور کہا کہ: اپنے گھر کا دوسرا حصہ بھی دکھاؤ۔" میں نے کہا: آقائے من! بس میرا یہی مختصر گھر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی گھر نہیں۔" اس نے کہا: نہیں تو، تمہارا تو اور بھی گھر ہے۔" میں نے کہا: بخدا! اس کے سوا میرا اور کوئی گھر نہیں۔" اس نے کہا: معمار کو بلاؤ۔" جب معمار آگیا تو اس نے کہا: اس دیوار میں ایک دروازہ پھوڑ کر نکالو۔" جب وہ دروازہ نکالنے لگا تو میں نے کہا: آقائے من! پڑوسیوں کے گھر میں دروازہ نکالنا جائز نہیں۔ اللہ نے تو پڑوسی کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔" اس نے کہا: یہاں اس میں کوئی حرج نہیں۔" غرض دروازہ نکالا گیا۔ وزیر اور اس کے فرزند اندر داخل ہوئے۔ میں بھی ساتھ ہو گیا۔ اب دیکھتے کیا ہیں کہ ایک خوبصورت چمن ہے۔ بہت سے درخت لگے ہیں۔ پانی جابجا اچھل رہا ہے۔ کمرے اور مکانات ایسے ہیں کہ نگاہیں خیرہ ہو جائیں۔ آلاتِ غنا، فرش، نوکر چاکر اور کنیزیں سب ایک سے ایک موجود ہیں۔ وزیر نے مجھ سے کہا: یہ قیام گاہ اپنے تمام ساز و سامان سمیت تمہارے ہیں۔" میں نے اس کا ہاتھ چوما اور اسے دعائیں دیں۔ پھر واقعے کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ جس دن اس نے مجھ سے دعوت کی فرمائش کی تھی اسی دن میرے پڑوس کی املاک اس نے خرید لی اور اس میں اعلیٰ درجے کا گھر بنا کر ہر چیز وہاں پہنچا دی۔ مجھے اس کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ میں عمارت بنتے دیکھتا تھا مگر سمجھتا تھا کہ کسی پڑوسی کا ہوگا۔

وزیر نے اس کے بعد اپنے فرزند جعفر سے کہا: فرزندِ من! یہ گھر ہے اور یہ اس کے خدام ہیں۔ آخر یہ شخص اسے سنبھالنے کے لیے خرچہ کہاں سے لائے گا؟" جعفر نے کہا: میں نے اسے اپنی فلاں جائداد اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب دیدیا۔ جلد ہی ہبہ نامہ بھی لکھ دوں گا۔" پھر وزیر نے اپنے

دوسرے فرزند فضل کی طرف متوجہ ہو کر کہا: فرزند من جب تک اس موہوبہ جائداد کی آمدنی آئے اس وقت تک یہ کیا کرے گا؟ اور اخراجات کہاں سے لائے گا؟" فضل نے کہا: میرے ذمے دس ہزار دینار رہے جو میں اسے پہنچا دوں گا" وزیر نے کہا: تم دونوں نے جو وعدے کیے ہیں ان کو جلد پورا کر دو" جعفر نے ہبہ نامہ لکھ دیا اور فضل نے رقم پہنچا دی۔ اس کے بعد میں دولت مند بن گیا اور میرا معیار زندگی بلند ہو گیا۔ اس کے بعد بھی میں نے اس سے بہت کچھ دولت حاصل کی جس میں آج تک کھیل رہا ہوں۔ اے امیر المومنین! یہی وجہ ہے کہ مجھے جہاں بھی موقعہ ملتا ہے میں اس کی ستائش کرتا ہوں اور اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ یہ دراصل اس کے احسان کی شکر گذاری ہے اگرچہ میں اس کے احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتا۔ اگر آپ اس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے" یہ واقعہ سن کر رشید کا دل پسیج گیا۔ اسے چھوڑ دیا اور لوگوں کو یحیی کا مرثیہ کہنے کی اجازت دے دی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ہارون الرشید نے یحیی ابن خالد بن برمک کے ساتھ حج کیا تو یحیی اسکے دونوں فرزند جعفر اور فضل بھی ساتھ تھے۔ جب یہ سب لوگ مدینے پہنچے تو رشید اور یحیی ساتھ بیٹھے اور لوگوں کی عطیے دینے شروع کیے۔ دوسری طرف امین اور فضل بن یحیی بیٹھے اور انھوں نے بھی عطیات دینے شروع کیے۔ تیسری طرف مامون، جعفر بن یحیی بیٹھے اور انھوں نے بھی عطایا دینے شروع کیے۔ یعنی اس سال لوگوں کو تین تین عطیے ملے اور یہ سال اپنی فراوانی میں ضرب المثل بن گیا۔ اس سال کا نام ہی لوگوں نے "تین عطیوں کا سال" رکھ دیا۔ اور لوگ اس کی وجہ سے بہت خوش حال ہو گئے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

اتانا بنوا الامال من آل برمك	فیاطیب اخبار و یا حسن منظر
لهم رحلة فی كل عام الی العدا	واخری الی البیت العتیق المستر
اذا نزلوا البطحاء مكة اشرقت	بیحیی و بالفضل بن یحیی وجعفر
فتظلم بغدا د وتجلولنا الدجی	بمكة ما تحمو ثلاثة اقمر

فما خلقت الا الجود اکفہم واقدامہم الا لاعواد منبر

اذا راض یحیی الامر ذلت صعابہ وناھیک من راع لہ ومدبر (بحر طویل)

مرادوں والے برمکیوں کے پاس سے میرے پاس آئے۔ وہ خبریں اور وہ منظر کتنا خوشگوار تھا وہ ایک تو ہر سال دشمنوں کی طرف (جنگ کرنے) جاتے ہیں اور دوسرے سال غلاف پوش کعبے کی طرف (حج کے لیے) جاتے ہیں۔

جب وہ وادی مکہ میں آتے ہیں تو یحیٰ، فضل اور جعفر سے مکہ چمک اٹھتا ہے۔

مگر بغداد تاریک ہو جاتا ہے۔ اور مکے میں تاریکی ہو جاتی ہے جب یہ تینوں چاند مکے سے جاتے ہیں۔

ان کے ہاتھ سخاوت ہی کے لیے پیدا ہوتے ہیں اور ان کے قدم منبر کی لکڑیوں کے لیے بنے ہیں۔ جب یحیی کسی معاملے پر غور کرتا ہے تو اس کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ پھر تمھیں کسی راعی یا مدبر کی ضرورت نہیں رہتی۔

یحیی کہتا تھا کہ: مجھ سے جو بھی گفتگو کرتا ہے تو جب تک وہ نہ بولے اس وقت تک اس پر میرا رعب قائم رہتا ہے۔ پھر جب وہ بولتا ہے تو دو میں سے ایک بات ہوتی ہے۔ یا تو اس کی ہیبت زدگی اور بڑھ جاتی ہے یا اس میں کمی آجاتی ہے۔ یحیی یہ بھی کہتا تھا کہ: وعدے شریفوں کا جال ہوتے ہیں جس سے وہ لوگوں کی ستائش کو شکار کرتے ہیں۔" یحیی جب سواری پر نکلتا تو بہت سی تھیلیاں اپنے ساتھ رکھتا۔ ہر تھیلی میں دو سو درہم ہوتے۔ پھر جو سامنے آتا اسے دے دیتا۔

فضل بن یحیی کا کردار

فضل دنیا کے سخی ترین لوگوں میں تھا۔ اپنے زمانے کا سب سے بڑا داتا تھا۔ اسے ہارون رشید کی والدہ نے دودھ پلایا تھا۔ مروان بن ابی حفصہ اس مضمون کو یوں ادا کرتا ہے:

کفی لک فخرا ان اکرم حرۃ غذتک بثدی والخلیفۃ واحد

لقد زنت یحیی فی المشاھد کلھا کما زان یحیی خالدا فی المشاھد (بحر طویل)

یہ فخر تیرے لیے کافی ہے کہ ایک شریف ترین آزاد عورت نے تجھے اور خلیفہ کو ایک ہی تھن سے دودھ پلایا ہے۔ تو نے یحییٰ کو تمام مواقع پر زینت دی ہے جس طرح یحییٰ خالد کے لیے تمام موقعوں پر باعثِ زینت بنا رہا۔

رشید نے اسے خراسان کا گورنر بنایا تو ابو الهول شاعر اس کے پاس مدحیہ اشعار لے کر حاضر ہوا اور اپنے ان شعروں کی معذرت پیش کی جن میں پہلے وہ فضل کی ہجو کر چکا تھا۔ اس شاعر نے اسے یہ سنایا :

سری نحوہ من غضبة الفضل عارض	له لجة فیها البوارق والرعد
وکیف ینام اللیل ملق فراشه	علی مدرج یعتاده الاسد الورد
ومالی الی الفضل بن یحیی بن خالد	من الجرم ما یخشی علی مثله الحقد
فجد بالرضی لا ابتغی منك غیره	وراثك فیما کنت عودتنی بعد

(بحر طویل)

فضل کے غصے سے اس کی طرف ایک ایسا بڑا ابر آیا جس میں چمک اور گرج تھی۔

شب کو وہ شخص کیسے سو سکتا ہے جس نے ایک ایسے راستے پر اپنا بستر ڈال رکھا ہے جہاں شیر آنے کے عادی ہوں۔

میں نے فضل بن یحییٰ بن خالد کا کون سا ایسا جرم کیا ہے کہ اس کی نفرت کا ڈر ہو۔

تم اپنی رضامندی کا اظہار کرو۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ اس کے بعد تمہارا جو دل چاہے میرے ساتھ کرو۔

فضل نے یہ سن کر کہا کہ : تم نے میری خوشنودی اور میری نیکی کے درمیان جو تفریق کی ہے ۔ یعنی "میں صرف رضا چاہتا ہوں اور کچھ نہیں چاہتا") میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اگر تم یہ دونوں باتیں چاہتے ہو تو ٹھیک ورنہ دونوں کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد فضل نے اسے انعام بھی دیا اور اپنی خوشنودی بھی۔

اسحاق بن ابراہیم موصلی اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتا ہے کہ : میں نے ایک بڑی خوبصورت کنیز کی پرورش و تربیت کی اور اسے تعلیم و تہذیب سے آراستہ کیا۔ وہ کمال کی کنیز بن گئی تو میں نے اسے فضل

بن یحییٰ کو بطور تحفہ پیش کیا۔ یحییٰ نے کہا کہ: اسحٰق! گورنر مصر کا ایلچی آیا ہوا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ کوئی خدمت ہو تو فرمایئے۔ میں اس سے اسی کنیز کی خواہش ظاہر کروں گا۔ تم اس کنیز کو اپنے پاس ہی رکھو۔ میں اسی کی خواہش ظاہر کروں گا اور ایلچی کو بتا دوں گا کہ میں وہی کنیز چاہتا ہوں۔ وہ تمہارے پاس جلد ہی پہنچے گا اور تم سے مول تول کرے گا تو تم پچاس ہزار دینار سے کم نہ لینا۔" میں (اسحاق) اس کنیز کو لے کر گھر آگیا اور گورنر مصر کے ایلچی نے میرے پاس پہنچ کر اس کنیز کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اسے کنیز دکھائی۔ اس نے دس ہزار دینار پیش کیے۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر بیس ہزار دینار دام لگائے۔ میں نے پھر بھی منظور نہیں کیا۔ آخر وہ تیس ہزار دینار تک پہنچا۔ تیس ہزار سن کر میں اپنے دل پر قابو نہ پا سکا اور میں نے سودا کر لیا اور رقم لے کر کنیز اس کے حوالے کر دی۔ دوسرے دن میں فضل بن یحییٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا کہ: اسحاق! تم نے کتنی رقم میں کنیز کو فروخت کیا؟" میں نے کہا: تیس ہزار دینار میں۔" اس نے کہا کہ: میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ پچاس ہزار دینار سے کم میں مت دینا۔" میں نے عرض کیا کہ: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ بات یہ ہے کہ تیس ہزار دینار سن کر میرے منہ میں پانی آگیا اور میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔" فضل بن یحییٰ ہنس پڑا۔ پھر کہا کہ: میرے پاس روم کے گورنر کا ایلچی بھی آیا ہوا ہے۔ اس نے بھی مجھ سے کسی خدمت کی درخواست کی ہے۔ یہ لو اپنی کنیز اور گھر جاؤ۔ اگر وہ (رومی ایلچی) تم سے دام چکائے تو پچاس ہزار دینار سے کم پر راضی نہ ہونا۔" میں اس کنیز کو لے کر گھر چلا آیا۔ اس کے بعد رومی گورنر کا ایلچی میرے پاس آیا اور کنیز کے دام دریافت کیے۔ میں نے پچاس ہزار دینار بتایا۔ اس نے کہا یہ تو بہت ہے۔ بس تم تیس ہزار لے لو۔ تیس ہزار سن کر میرا دل قابو میں نہ رہا اور میں نے سودا کر لیا اور رقم اپنے قبضے میں لے کر کنیز اس کے حوالے کر دی۔ دوسرے دن فضل بن یحییٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: اسحاق! کتنے میں کنیز فروخت کی؟" میں نے کہا: تیس ہزار دینار میں۔" اس نے کہا: کیا میں نے تاکید نہیں کی تھی کہ اسے پچاس ہزار سے کم میں مت دینا۔" میں نے کہا: میں قربان ہوں۔ بخدا جب میں نے اس کی زبان سے تیس ہزار کا لفظ سنا تو میرے سارے اعضا ڈھیلے پڑ گئے۔" فضل بن یحییٰ ہنس پڑا اور کہا کہ: یہ لو اپنی کنیز۔ اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ کل تمہارے پاس خراسان کے گورنر کا ایلچی آئے گا۔ اس وقت اپنے دل کو

مضبوط رکھنا اور پچاس ہزار سے کم نہ لینا۔" میں (اسحاق) کنیز کو لے کر گھر واپس آگیا۔ خراسانی ایلچی میرے گھر آیا اور اس نے مول تول شروع کیا۔ میں نے پچاس ہزار کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو بہت ہے۔ بس تیس ہزار لے لو۔" میں نے اپنے دل کو کڑا کر کے انکار کیا تو وہ چالیس ہزار تک پہنچا۔ بس مارے خوشی کے میرے حواس جاتے رہے اور اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا کہ منظور ہے۔ وہ رقم لے کر آیا۔ اس نے رقم میرے حوالے کی اور میں نے کنیز اس کے حوالے کی۔ دوسرے دن فضل بن یحییٰ کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ: اسحاق! کتنے میں کنیز فروخت کی؟ میں نے عرض کیا: چالیس ہزار دینار میں۔ بخدا جب میں نے چالیس ہزار کا لفظ سنا تو میرے ہوش جاتے رہے۔ میں صدقے ہوں اب تو میرے پاس پورے ایک لاکھ دینار ہو گئے اور اب مجھے کچھ مزید کی امید نہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔" فضل بن یحییٰ نے اشارہ کیا اور وہ کنیز باہر لائی گئی۔ فضل بن یحییٰ نے کہا: اسحاق! اپنی یہ کنیز لو اور گھر جاؤ۔" ___ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم یہ کنیز میرے لیے سب سے زیادہ بابرکت ثابت ہوئی۔ اس لیے میں نے اسے آزاد کر کے خود نکاح کر لیا اور میری اولاد اسی سے ہوئی۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن ابراہیم الامام (بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس) ایک دن فضل بن یحییٰ کے پاس آئے۔ اس وقت ان کے پاس ایک ڈبیا تھی جس میں ایک قیمتی پتھر تھا۔ انھوں نے یحییٰ سے کہا کہ: میری آمدنی میری ضروریات سے بہت کم ہے اور مجھ پر دس لاکھ کا قرضہ ہے۔ کسی سے ذکر کرتے مجھے شرم آتی ہے اور یہ بھی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میں کسی تاجر سے قرض لوں۔ البتہ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جسے پورے دس لاکھ میں رہن رکھا جاسکتا ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ بہت سے تاجر ایسے ہیں جن سے آپ کا واسطہ رہتا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ رقم آپ مجھے کسی تاجر سے قرض دلوا دیں اور یہ چیز (قیمتی پتھر) اس کے پاس رہن رکھوا دیں۔" فضل نے کہا: بسر وچشم مجھے منظور ہے لیکن اس ضرورت کی تکمیل کے لیے آپ کو میرے پاس ایک دن ٹھہرنا ہوگا۔ محمد بن ابراہیم ٹھہر گئے۔ فضل نے وہ ڈبیا ان سے لے لی۔ اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد دس لاکھ درہم اس ڈبیا کے ساتھ ان کے گھر بھجوا دی۔ اور گھر کے ایک ذمے دار شخص سے اس کی رسید لے لی گئی۔ محمد بن ابراہیم شام تک فضل ہی کے ہاں مقیم رہے۔ جب گھر واپس گئے تو

دیکھا کہ دس لاکھ درہم اور وہ ڈبیا موجود ہے۔ وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ دوسرے دن علی الصبح وہ فضل کا شکریہ ادا کرنے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ رشید کے گھر گیا ہوا ہے۔ یہ وہاں گئے۔ فضل کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے والد (یحییٰ) کے گھر پہنچ گیا۔ اب محمد وہاں پہنچے۔ اور فضل کو معلوم ہوا تو وہ دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے گھر پہنچ گیا۔ اب محمد وہاں بھی پہنچے تو فضل سے ملاقات ہو گئی۔ محمد نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: میں صبح ہی آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے حاضر ہوا تھا۔"

فضل نے کہا: میں نے آپ کے معاملے میں غور کیا تو نظر آیا کہ میں نے جو دس لاکھ درہم آپ کے ہاں کل بھجوائے ہیں وہ تو قرض میں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد پھر آپ کو ضرورت ہوگی اور آپ قرض لیں گے اور اتنا ہی قرضہ اور ہو جائے گا۔ لہذا میں امیر المومنین کی خدمت میں صبح ہی حاضر ہو گیا اور آپ کا معاملہ پیش کر کے میں نے ان سے ایک کروڑ درہم آپ کے لیے حاصل کر لیے۔ پھر جب آپ یہاں میرے پاس آئے تو میں دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے والد (یحییٰ) کے ہاں پہنچا۔ پھر جب آپ وہاں آئے تو میں وہاں سے بھی دوسرے راستے سے باہر چلا گیا کیونکہ میں اس وقت تک آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا جب تک یہ ساری رقم آپ کے گھر پہنچ نہ جائے۔ اب بحمد اللہ وہ رقم آپ کے ہاں پہنچ گئی ہے۔" محمد نے کہا: میں آپ کے اس احسان کا کیا بدلہ دے سکتا ہوں؟ میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں اس احسان کے عوض میں پیش کر دوں۔ ہاں ایک چیز ہے اور وہ یہ پکی قسم ہے کہ اگر اب میں آپ کے سوا کسی کے دروازے پر جاؤں یا آپ کے سوا کسی اور سے سوال کر دوں تو میری بیوی پر طلاق ہو، میرے غلام آزاد ہوں اور مجھ پر حج واجب ہو۔" محمد نے اس پر تاکیدی قسم کھائی اور یہ لکھ کر گواہی بھی ثبت کرا دی کہ وہ فضل بن یحییٰ کے سوا کسی کے دروازے پر نہ جائیں گے۔

جب برمکیوں کا اقتدار ختم ہو گیا اور ان کے بعد فضل بن ربیع وزیر ہوا تو محمد بن ابراہیم کو پھر ضرورت پیش آئی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ: کاش! آپ فضل بن ربیع کے پاس چلے جاتے۔" مگر محمد نہ گئے اور اپنی قسم پر قائم رہے۔ وہ کہیں نہ گئے اور کسی کے دروازے پر نہ کھڑے ہوئے یہاں تک ان کی رحلت ہو گئی۔

جعفر بن یحییٰ برمکی کی سیرت

جعفر بن یحییٰ بڑا فصیح، عاقل، ذکی، فطین، شریف اور حلیم تھا۔ ہارون الرشید کو بہ نسبت فضل کے اس سے زیادہ دلچسپی تھی کیونکہ جعفر نرم مزاج اور فضل سخت مزاج تھا۔ رشید نے ایک دن یحییٰ سے کہا آخر یہ کیا بات ہے کہ لوگ فضل کو تو وزیر خرد کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور جعفر کو اس لقب سے یاد نہیں کرتے؟" یحییٰ نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ فضل ہی میری نیابت کرتا ہے۔" رشید نے کہا آپ نے جس طرح سے کام فضل کے سپرد کیے ہیں ویسے ہی جعفر کے سپرد بھی کیجیے۔" یحییٰ نے کہا: آپ کی خدمت اور صحبت اسے غافل رکھے گی۔" تاہم رشید کی بات اس نے رکھ لی، اور جعفر کو بھی وزیر خرد کہا جانے لگا۔

ایک دن رشید نے یحییٰ سے کہا کہ: میں عرصے سے سوچ رہا ہوں کہ چانسلری کا دفتر (دیوان الخاتم) فضل سے لے کر جعفر کو دے دوں۔ مگر مجھے اس مضمون کا کوئی خط اسے لکھتے شرم آتی ہے۔ لہذا تم ہی اسے لکھ دو۔" یحییٰ نے فضل کو یوں لکھا: امیر المومنین —— خدا اس کا اقبال بلند کرے —— کا حکم ہے کہ تم اپنی انگوٹھی سیدھے ہاتھ سے اتار کر الٹے ہاتھ میں ڈال دو۔" فضل نے جواب میں لکھا: امیر المومنین نے میرے بھائی کے بارے میں جو حکم دیا ہے وہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ میرے بھائی کے پاس جو نعمت بھی منتقل ہوگی وہ مجھ سے چھن نہیں جائے گی اور جو مرتبہ اسے ملے گا وہ مجھ سے سلب نہیں ہو جائے گا۔" جعفر نے کہا: کیا کہنے ہیں میرے بھائی کے۔ اس کا ذہن کتنا رسا ہے۔ مجھ پر اپنی فضیلت ثابت کر دی۔ اس کی عقل کیسی اعلیٰ اور اس کی بلاغت کیسی لاجواب ہے۔"

کہتے ہیں کہ ایک دن جعفر بن یحییٰ برمکی مے نوشی کے لیے بیٹھا۔ اس نے تخلیہ کرا دیا اور اپنے مخصوص ہم نشینوں کو بلا لیا۔ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ محفل جمی اور لوگوں نے رنگین کپڑے پہن لیے۔ ان کا دستور تھا کہ جب پینے کے لیے بیٹھتے تو سرخ، زرد اور سبز کپڑے پہن لیتے تھے۔ جعفر بن یحییٰ نے دربان کو حکم دیا کہ کسی شخص کو بھی اندر نہ آنے دیا جائے۔ صرف ایک ہم نشین کو جو ابھی تک نہیں پہنچا ہے اور جس کا نام عبد الملک بن صالح ہے آنے دیا جائے —— اس کے بعد دور چلنے لگے گا، ساز بجنے لگے اور لوگوں نے پینا شروع کر دیا۔ اتفاق سے وہاں ایک دوسرے عبد الملک بن صالح (بن

علی بن عبداللہ بن عباس) آپہنچے۔ یہ خلیفہ کے رشتے دار تھے۔ یہ بڑے دیندار، باثر اور گوشہ نشین تھے۔ رشید نے ان سے مے نوشی میں ساتھ دینے کی درخواست کی تھی اور اس کے عوض میں خاصی رقم کا وعدہ کیا تھا لیکن انھوں نے بالکل منظور نہ کیا۔ یہی عبدالملک بن صالح (عباسی) اپنی کچھ ضرورتیں لے کر اس وقت جعفر بن یحییٰ کے یہاں پہنچ گئے۔ دربان سمجھا کہ یہ وہی عبدالملک بن صالح ہیں جن کو اندر آنے کی اجازت ہے اور جن کے سوا کسی اور کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ دربان نے اجازت دے دی اور یہ اندر چلے گئے۔ ان کو دیکھتے ہی جعفر کے ہوش مارے شرم کے جاتے رہے۔ وہ سمجھ گیا کہ دربان کو ہم نامی کی وجہ سے دھوکا ہو گیا۔ عبدالملک بن صالح بھی واقعے کی تہہ تک پہنچ گئے۔ انھوں نے جعفر بن یحییٰ کے چہرے پر شرمندگی کے آثار محسوس کیے تو یہ عبدالملک بڑی بے تکلفی سے بولے: ارے بھئی! اس میں کوئی ایسی بات تو نہیں۔ ایک رنگین کپڑا مجھے بھی دو۔" رنگین قمیص ان کے لیے لائی گئی جسے پہن کر وہ بڑی بے تکلفی سے ساتھ بیٹھ گئے اور جعفر سے ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگے اور کہا کہ: ذرا مجھے بھی تو پلاؤ۔ ایک رطل بھر انھیں بھی پلائی گئی۔ پھر انھوں نے کہا: شکریہ اب بس کیجیے اس لیے کہ مجھے اس کی عادت نہیں۔" اس کے بعد پھر بڑی بے تکلفی سے مسلسل ہنسی کھیل کی باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جعفر بھی خوش ہو گیا اور اس کا انقباض و شرمندگی زائل ہو گئے اور جعفر کو اس سے بے حد خوشی ہوئی۔ اس نے پوچھا: آپ کی کیا ضرورت ہے؟" انھوں نے کہا: اللہ آپ کو صالح بنائے میں آپ کے پاس تین ضرورتوں کے لیے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ خلیفہ سے ان کا ذکر کر دیں۔ ایک ضرورت یہ ہے کہ مجھ پر دس لاکھ کا قرضہ ہے جس کی میں ادائگی چاہتا ہوں۔ دوسرے میں اپنے فرزند کے لیے گورنری چاہتا ہوں تاکہ اس کا معیار بلند ہو۔ تیسرے یہ کہ میں خلیفہ کی دختر سے اپنے فرزند کی شادی کرانا چاہتا ہوں کیونکہ وہ اس کی عم زاد بہن ہے اور یہ اس کا کفو ہے۔" جعفر نے کہا کہ: آپ کی یہ تینوں ضرورتیں اللہ نے پوری کر دیں۔ رقم تو ابھی مل جائے گی اور آپ کے گھر پہنچا دی جائے گی۔ رہی گورنری تو میں نے آپ کے فرزند کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ اب رہی شادی تو میں نے امیرالمومنین کی فلاں صاحبزادی کا آپ کے فرزند سے اتنے مہر پر نکاح کر دیا۔ اب آپ اللہ کی امان میں بخوشی واپس جائیں۔" عبدالملک

اپنے گھر واپس آئے تو دیکھا کہ رقم پہلے سے رکھی موجود ہے۔ جب دوسرا دن آیا تو جعفر رشید کے پاس گیا اور سارا قصہ کہہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ فرزند عبدالملک کو مصر کا گورنر بنا دیا ہے اور اس کا نکاح فلاں بیٹی سے کر دیا ہے۔" رشید کو بھی اس سے خوشی ہوئی اور اس نے دونوں باتوں کی منظوری دے دی۔ جعفر نے رشید کے پاس سے واپس آتے ہی مصر کے لیے پروانہ لکھ دیا۔ پھر قاضیوں اور گواہوں کو بلوا کر نکاح بھی پڑھوا دیا۔

ایک دلچسپ حکایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جعفر بن یحییٰ اور (سابق) گورنر مصر کے درمیان چشمک بلکہ عداوت تھی۔ اور دونوں ایک دوسرے سے بے تعلق سے رہتے تھے۔ ایک شخص نے اسی گورنر مصر کے نام جعفر بن یحییٰ کی طرف سے ایک جعلی خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ: حامل رقعہ ہذا میرا خاص آدمی ہے۔ یہ دیار مصر کی سیر و تفریح کے لیے جا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ اس پر نظر کرم رکھیں۔" یہ مضمون پُر زور الفاظ میں لکھا اور مصر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر یہ خط والیِ مصر کے حوالے کر دیا۔ والیے مصر کو خط پڑھ کر تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی۔ مگر خط کے اصلی ہونے میں اسے شک گزرا۔ اس لیے اس نے نامہ بر کو بڑے اعزاز کے ساتھ ایک اچھے گھر میں ٹھہرایا اور آرام کا ہر سامان مہیا کر دیا۔ پھر اس سے خط لے کر اپنے ایک وکیل کے پاس بغداد میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ: وزیر (جعفر) کا ایک آدمی یہ خط لے کر آیا ہے مجھے اس کے جعلی ہونے کا شبہہ ہے۔ تم تحقیق کر کے بتاؤ کہ آیا یہ خط واقعی وزیر کا ہے یا نہیں؟" والیے مصر نے اپنے خط کے ساتھ وزیر کا خط بھی اپنے بغدادی ایجنٹ کے پاس بھیج دیا۔ یہ ایجنٹ وزیر (جعفر) کے پاس گیا۔ اور واقعہ بیان کر کے خط دکھایا۔ وزیر کا وکیل خط لے کر وزیر کے پاس گیا اور صورتِ واقعہ بیان کر دی۔ جعفر نے خط کا مضمون پڑھ کر اس کے جعلی ہونے کو بھانپ لیا۔ اس وقت اس کے پاس بہت سے ہم نشین اور نائبین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جعفر نے ان کی طرف خط کو پھینکتے ہوئے پوچھا کہ: کیا یہ میرا خط ہو سکتا ہے؟ غور کرنے کے بعد سب نے اس کے اصلی ہونے سے انکار کر دیا، اور برملا کہہ دیا کہ یہ جعلی ہے۔ یہاں اس نے سبھوں کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا، اور ادھر جعلی خط تیار کرنے والا مصر میں والیِ مصر کے پاس تھا۔ اور والیِ مصر جواب کا منتظر بیٹھا تھا۔ اور حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ جعفر نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا کہ: تمہاری کیا رائے ہے اور اس معاملے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" کسی نے کہا کہ: ایسے شخص کو

قتل کر دینا چاہیے تاکہ اس قسم کا فتنہ ہی ختم ہو جائے اور آئندہ کوئی شخص اس قسم کی حرکت کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکے۔" ایک دوسرا بولا: "اس جعلساز نے اپنے جس ہاتھ سے یہ خط لکھا ہے اسے کاٹ دینا چاہیے۔" ایک تیسرا بولا: "اسے بُری طرح مار مار کر اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔" حاضرین میں جس نے سب سے بہتر جواب دیا وہ یہ تھا کہ: "اس کو اتنی سزا کافی ہے کہ اسے محرومی و نامرادی حاصل ہو جائے یعنی والیٔ مصر کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ بھی اسے محروم کر دے۔ بس اس کے لیے یہی سزا کافی ہے کہ وہ بغداد سے مصر جائے اور وہاں سے نامراد واپس آجائے۔" جب سب اپنی اپنی کہہ چکے تو جعفر نے کہا: "سبحان اللہ! کیا تم میں کوئی صاحب فہم آدمی نہیں ہے؟ تم جانتے ہو کہ میرے اور والیٔ مصر کے درمیان عداوت و بے تعلقی ہے اور صلح کا دروازہ کھولنے سے ہم دونوں کو جو چیز روک رہی ہے وہ محض نفسانیت کا پاس ہے۔ اب اللہ نے ہم دونوں کے لیے ایک ایسے آدمی کو پیدا کر دیا ہے جس نے دونوں کے درمیان مصالحت اور مراسلت کا دروازہ کھول دیا ہے اور ہماری باہمی عداوتوں کو زائل کر دیا ہے۔ بھلا بتاؤ ایسے شخص کے ساتھ وہ بدسلوکیاں کیسے کی جا سکتی ہیں جن کا تم لوگوں نے ابھی ذکر کیا ہے؟" اس کے بعد جعفر نے قلم اٹھایا اور اسی خط کی پشت پر والیٔ مصر کو جواب دیا کہ: "سبحان اللہ! آپ کو میرے خط میں شک کیسے پیدا ہوا؟ یہ میرے ہاتھ کا خط ہے اور یہ آدمی میرا عزیز ترین دوست ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس کے ساتھ بہترین سلوک کریں اور اسے میرے پاس جلد واپس کر دیں۔ میں اس کے لیے بے چین ہوں اور اس کی واپسی کی مجھے ضرورت بھی ہے۔" جب یہ جواب مصر پہنچا تو والیٔ مصر خوشی سے اچھل پڑا۔ اس شخص کے ساتھ بہترین سلوک کیا اور اسے بڑی رقم اور اعلیٰ تحفے دیے اس کے بعد یہ شخص پوری خوش حالی کے ساتھ بغداد واپس آگیا۔ جعفر کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلام کیا اور فرش کو چوم کر رونے لگا۔ جعفر نے پوچھا کہ: "تم کون ہو بھائی؟" اس نے کہا کہ: "آقائے من! میں آپ کا پروردہ غلام ہوں۔ جعل ساز، جھوٹا اور بے جا جرأت کرنے والا ہوں۔" جعفر نے اسے پہچان لیا اور بڑی بشاشت کے ساتھ اسے اپنے سامنے بٹھا کر خیریت پوچھی۔ پھر دریافت کیا کہ: "تمھیں وہاں سے کیا کچھ ملا؟" اس نے کہا: "ایک لاکھ دینار۔" جعفر نے کہا: "یہ تو بہت کم ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اسے دوگنا کر دیں۔" پھر اسے ایک

عرصے تک اپنے ساتھ رکھا اور اس نے اتنا ہی دوسرے موقعے پر بھی حاصل کیا۔

برمکیوں کا اقتدار ہمیشہ اونچے سے اونچا اور زیادہ سے زیادہ ہوتا رہا۔ آخر دنیا نے ان سے آنکھیں پھیر لیں۔

برمکیوں کے زوال کی نشانی

شاہی طبیب بختیشوع کا بیان ہے کہ: ایک دن میں رشید کے پاس گیا۔ اس وقت وہ مدینۃ السلام میں اپنے قصرِ خلد میں بیٹھا تھا۔ برامکہ اس کے سامنے دوسری جانب آباد تھے۔ دونوں کے درمیان دجلہ کی پہنائی حائل تھی۔ رشید نے یحییٰ بن خالد کے دروازے پر گھوڑوں کی آمدورفت اور لوگوں کا ہجوم دیکھا تو کہنے لگا: یحییٰ کو اللہ جزائے خیر دے جو تمام امورِ مملکت میں منہمک ہے اور مجھے پریشانی سے بچا کر میرے اوقات کو خوش باشی کے لیے چھوڑ دیا ہے۔" اس کے بعد میں (بختیشوع) ایک دن رشید کے پاس گیا تو رشید کے خیالات برمکیوں کے بارے میں بدلنے لگے تھے۔ اس دن بھی اس نے گھوڑوں اور سواروں کو اسی طرح دیکھا جس طرح پہلے دیکھا تھا۔ اس وقت رشید نے کہا: سارے معاملات پر تو میری بجائے یحییٰ کا قبضہ ہو گیا۔ گویا خلافت حقیقت میں وہ کر رہا ہے اور میں محض نام کا خلیفہ رہ گیا ہوں۔" بس اسی وقت میں (بختیشوع) سمجھ گیا کہ برامکہ کی شامت آنے والی ہے۔ اس کے بعد ہی اس نے ان کو نکال باہر کیا۔

زوالِ برامکہ کا سبب اور اس کی تفصیلات

سیر و تاریخ والوں کا زوالِ برامکہ کے اسباب میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رشید کو نہ اپنی بہن عباسہ کے بغیر چین آتا تھا نہ جعفر بن یحییٰ کے بغیر۔ اس لیے رشید نے کہا کہ: میں تمہارا عباسہ سے نکاح کر دیتا ہوں تاکہ تمہارے لیے اس کا دیکھنا جائز ہو جائے مگر اس سے جنسی تعلق نہ قائم کرو۔" یہ دونوں جوان تھے اور جب یکجا ہوتے تو رشید وہاں سے ان دونوں کو تنہائی میں چھوڑ کر اٹھ جاتا۔ آخر ایک دن جعفر نے عباسہ سے جنسی تعلق قائم کر ہی لیا۔ عباسہ حاملہ ہو گئی۔ اس نے اس طرح دو بچے جنے مگر اسے پوشیدہ رکھا۔ آخر رشید کو علم ہو گیا۔ گویا یہ سبب ہوا برامکہ کی بربادی کا۔

بربادی کا ایک دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ رشید نے جعفر کو مجبور کیا کہ خاندان ابی طالب کے

فلاں شخص کو قتل کرا دو۔ جعفر نے مناسب نہ سمجھا اور اس طالبی کو رہا کر دیا۔ جعفر کی شکایت رشید تک پہنچائی گئی۔ رشید نے اس سے پوچھا کہ: اس طالبی کا کیا ہوا؟ جعفر نے کہا: وہ قید میں ہے۔ رشید نے کہا: میری جان کی قسم؟ "جعفر سمجھ گیا اور بولا: نہیں آپ کی جان کی قسم۔ میں نے تو اسے چھوڑ دیا ہے کیونکہ مجھے علم تھا کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔" رشید بولا: خیر تم نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔" لیکن جعفر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تو رشید نے کہا: اگر میں تجھے (جعفر کو) قتل نہ کر دوں تو خدا مجھے ہلاک کرے۔" اس کے بعد اس نے برمکیوں کا خاتمہ کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ فضل بن ربیع جیسے دشمنوں نے مسلسل برمکیوں کی شکایتوں سے رشید کے کان بھرنے شروع کر دیے۔ وہ ذکر کرتے کہ پورے ملک پر انہی کا قبضہ ہے۔ یہ ٹیکسوں کا سارا مال خود جمع کر لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آخر رشید کے دل میں غیظ و غضب بھر گیا اور اس نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ یحییٰ بن خالد کے دونوں فرزندوں جعفر اور فضل سے کچھ ایسی گستاخانہ بے تکلفی ہو گئی جسے شاہانہ طبائع برداشت نہیں کر سکتیں۔ لہذا ان سب کو خاک میں ملا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے یحییٰ بن خالد کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اس وقت وہ یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! اگر تیری رضا اسی میں ہے کہ مجھے اپنی نعمتیں اور میرے بیوی بچے اور دولت سب کچھ چھین لے تو یہ بھی کر لے لیکن میرے فرزند فضل کو نہ لے۔ اس کے بعد یحییٰ واپس ہوا لیکن ذرا دور جا کر پھر لوٹا اور یوں دعا کی کہ: مجھ جیسے کی یہ غلطی ہے کہ میں تجھے کسی کو مستثنیٰ کرنے کا پابند کر دوں۔ خداوندا! فضل بھی؟" اس کے کچھ ہی دنوں بعد رشید نے ان سب کو خاک میں ملا دیا۔

جعفر بن یحییٰ کا قتل اور اس کے خاندان کی اسیری

رشید حج کر کے جب لوٹا تو حیرہ سے انبار کی طرف کشتی پر گیا۔ وہاں کبھی شراب و کباب میں مست ہوتا اور کبھی لہو و لعب میں۔ اس کے پاس تحفے اور ہدیے آ رہے تھے۔ شاہی طبیب بختیشوع بھی پاس بیٹھا تھا اور ابوزکار (نابینا) گا رہا تھا جب شام ہو گئی تو رشید نے اپنے خادم "مسرور" کو جو جعفر بن یحییٰ کا سخت دشمن تھا بلایا اور کہا کہ: جاؤ اور جا کر جعفر کا سر لے آؤ اور مجھ سے اس بارے میں کوئی حیل و حجت۔ نہ کرو" مسرور بلا اجازت

جعفر کے ہاں اچانک گھس گیا۔ اس وقت ابوزکار (رشید کے سامنے) یہ گا رہا تھا:

فلا تبعد فکل فتی سیاتی   علیہ الموت یطرق اویغاوی (بحر وافر)

بھاگو مت کیونکہ ہر شخص پر موت آئے گی خواہ شب کو آئے یا دن کو آئے۔

جب مسرور اندر داخل ہوا تو جعفر نے کہا: تمہارے آنے کی تو خوشی ہوئی لیکن بلا اجازت اندر آنے سے تکلیف ہوئی۔" اس نے کہا: میں جس مقصد کے لیے آیا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے۔ امیرالمومنین تمہارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کے آگے گردن جھکا دو۔" جعفر مسرور کے پاؤں پر گر پڑا اور پاؤں کو چوم کر کہنے لگا کہ: امیرالمومنین کے پاس واپس جاؤ۔ وہ اس وقت نشے میں ہیں اس لیے یہ حکم (قتل) دیا ہے اور کم سے کم مجھے گھر کے اندر تو جانے دو تاکہ میں کچھ وصیت کر جاؤں۔" اس نے کہا: گھر کے اندر تو تم جا نہیں سکتے۔ البتہ وصیت جو کچھ چاہو کر لو۔ جعفر نے وصیت کر لی تو مسرور اسے لے کر رشید کے پاس آیا اور وہاں سے ایک خیمہ میں لے جا کر گردن مار دی۔ اس کے بعد ایک ڈھال میں اس کا سر اور نطع (چمڑا جس پر قتل کیا جاتا ہے) میں اس کا بدن رکھ کر رشید کے پاس لایا۔ رشید نے پھر دوسرا حکم دیا اور جعفر کے باپ، بھائیوں، گھر والوں اور ساتھیوں سب کو گرفتار کر کے "رقہ" میں قید کر دیا گیا اور ان کی جڑیں کھوکھلی کر دی گئیں۔

مورخ عمرانی نے اس سلسلے میں ایک عبرت آموز واقعہ لکھا ہے۔ وہ ایک شخص کا بیان یوں نقل کرتا ہے کہ: میں ایک ریکارڈ آفس میں گیا تو وہاں ایک نوٹ بک دیکھی جس میں لکھا تھا کہ جعفر بن یحییٰ کے خلعت کی قیمت چار لاکھ دینار ہے۔" چند دنوں بعد میں وہاں گیا تو اسی عبارت کے نیچے یہ لکھا دیکھا: جعفر بن یحییٰ کی لاش کو جلانے کے لیے دس قیراط (نصف دینار) کا تیل اور ایندھن آیا۔" میں یہ دیکھ کر حیرت میں آ گیا۔

زیر دستوں کی آقائی

مترجمہ: محمد جعفر پھلواروی

طٰہٰ حسین کی مشہور کتاب "الوعد الحق" کا ترجمہ۔ قیمت ۲/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور